ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے

بچوں کا اسلام

1113

اتوار 3 جمادی الثانی 1445ھ مطابق 17 دسمبر 2023ء

پاکستان کا سب سے زیادہ شائع ہونے والا بچوں کا مقبول ترین ہفت روزہ

القرآن

راتوں کو قیام کرنے والے

بھلا جو شخص اوقاتِ شب میں سجدہ اور قیام کی حالت میں عبادت کرتا ہو، آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھتا ہو، آپ کہیے کہ علم والے اور جو علم نہیں رکھتے برابر ہو سکتے ہیں؟ وہی لوگ نصیحت پکڑتے ہیں جو اہلِ عقل ہیں۔

(سورۃ الزمر:۹)

الحدیث

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قیام

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کو اس قدر قیام کرتے کہ آپ کے پاؤں پر ورم آجاتا۔ میں عرض کرتی کہ یارسول اللہ! آپ اس قدر اپنے آپ کو مشقت میں کیوں ڈالتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سارا گناہ معاف کر دیے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ (بخاری)

دستک

مدینے کی کوئی بات سنا!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

اِس شمارے کی دستک لکھنے کا ارادہ کیا تو ہمیشہ کی طرح سب سے پہلے شمارے کی تاریخ اشاعت کو ذہن میں تازہ کیا۔

۱۷ دسمبر......!

اوہ یعنی یہ کراچی کتب میلہ والا اتوار ہے، جس دن ہم اِن شاء اللہ تعالیٰ ہمہ قسم کتابوں کے درمیان ہوں گے۔

مگر کتاب اور کتب میلہ پر تو پچھلے ہفتے ہی لکھ چکے تو اب کیا لکھیں؟

جب کافی دیر کچھ نہیں سوجھا تو اک ذرا فیس بک پر نگاہ ڈال لی، اور تبھی ہمارے ایک بہت پیارے شاعر ابوالحسن خاور بھائی کا تازہ کلام نظر نواز ہوا اور ہم دنگ ہی رہ گئے۔

بلاشبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں گلہائے عقیدت جس رنگ میں بھی پیش کیے جائیں، وہ اپنی جگہ نہایت اہم ہیں کہ اُس 'بارگاہ' میں رنگِ گل سے زیادہ عقیدت ومحبت کی وہ مہک دیکھی جاتی ہے جو دلِ امتی سے پھوٹتی ہے، لیکن کچھ کلام تو گویا خصوصی عطا ہوتے ہیں۔

زندگی سے کچھ ایسے بھرپور کہ ہر لفظ عینی مشاہدے کے اِس دور میں مردہ پڑے تصور کو زندہ کر دیتا ہے، جیسے ابوالحسن خاور بھائی کا درج ذیل کلام پہلے ہی مصرعے سے مشتاق کی انگلی پکڑ زائر کے سامنے مؤدب بٹھا دیتا ہے اور بس پھر حرمین کے تذکرے کی فرمائش شروع!

تو جب ہمیں یہ سوغات ملی ہے تو آپ بھی آج اس صفحے پر ایران توران کی کہانیاں پڑھنے کی بجائے ایک مشتاق کی شاندار 'فرمائش' پڑھیے اور اپنے دل وجان کو مہکا لیجیے۔

شہرِ انوار میں گذرے ہوئے دن رات سنا
لوٹنے والے مدینے کی کوئی بات سنا
میں سناتا ہوں تجھے ہجر کے ماروں کا غم
تو حضوری میں ڈھلے وصل کے نغمات سنا
کب دھڑکتا تھا، کہاں رکتا، کہاں اُڑتا تھا
دلِ مشتاق کی نیرنگی جذبات سنا
کب کہاں کون ملا یہ بھی اہم ہے لیکن
کس جگہ تجھ سے ہوئی تیری ملاقات سنا
کیا کبھی ایسا لگا دیکھ رہے ہیں سرکار؟
یار! کچھ ایسی بہت خاص عنایات سنا
دل پہ کیا گذری جب اُس خاک پہ پاؤں رکھا
سانس لیتی ہوئی مٹی کی کرامات سنا
وہ جو گلزارِ مدینہ پھریں ننگے پاؤں
ایسے عشاق کے آدابِ ملاقات سنا
شہرِ طیبہ میں ہے ہر شخص کا اپنا میقات
تو کہاں، کیسے، ہوا داخلِ میقات سنا
مسجدِ پاک کے دروازوں کے سرنامے بتا
اُس کی دیواروں پہ لکھی ہوئی آیات سنا
آنکھ سے اشک گرے تھے کہ لبوں سے لکنت
پیشِ سرکار، وہ ٹھہرے ہوئے لمحات سنا
جب ترے ماتھے کے جنت نے لیے تھے بوسے
سبز غالیچوں پہ وہ لطف عبادات سنا
کیا وہاں آج بھی توسیعِ حرم جاری ہے؟
خشت و آہن سے لکھی جاتی یہ مشکوٰۃ سنا
اجنبی کو بھی بلائیں جو محمد کہہ کر
ایسے لوگوں کی مجھے اور روایات سنا
درد کے مارے وہ کشمیر و فلسطین کے لوگ
کیسے کرتے ہیں مدینے میں مناجات سنا
تو یہاں آکے بھی شاید کہیں طیبہ ہی میں ہے
جسم اور روح کے یہ نیک تضادات سنا
شہرِ انوار میں گزرے ہوئے دن رات سنا
لوٹنے والے مدینے کی کوئی بات سنا

اللہ تعالیٰ ہم سب کو پہلے 'مشتاق' پھر 'زائر' بننے کی سعادت نصیب فرمائے، آمین!

والسلام

محمد فیصل شہزاد

ثمرا جلاس

شازیہ نور

پپیتاجی کا وقار

ہال میں چہ میگوئیاں ہورہی تھیں کہ آج کا پروگرام ختم کیا جارہا ہے جبکہ کچھ پھل بے چین تھے کہ اُن کی باری بھی آنی چاہیے۔ اثر جونپوری صاحب نے معاملے کی نزاکت کو بھانپتے ہوئے اعلان کیا:

’’پیارے پھلو! ہال میں جتنے بھی پھل ابھی باقی ہیں، یعنی جن کی باری ابھی نہیں آئی، وہ باہر آ کر کھڑے ہوجائیں اور مختصر طور پر اپنی افادیت بیان کریں۔‘‘

جلد ہی ایک چھوٹا سا مجمع اکٹھا ہوگیا۔

’’چلیں اب آپ سب قطار بنائیں اور آ کر اپنا مختصر مگر جامع تعارف کراتے جائیں۔‘‘

اعلان سن کر پھلوں نے قطار بنالی اور سب اثر جونپوری صاحب کا منہ دیکھنے لگے۔

’’سب سے پہلے ہم بلا رہے ہیں پپیتا جی کو۔‘‘

اپنا نام سنتے ہی پپیتا جی خوشی سے جھوم اٹھے اور مسرت و وقار کے ساتھ چلتے ہوئے اسٹیج پر پہنچ گئے۔ سلام و آداب کے بعد پپیتا جی اپنا تعارف کرانے لگے:

’’پپیتا کو مکمل غذا کہا جاتا ہے، کیوں کہ یہ پھل نہایت مفید معدنی اجزا، پروٹین اور مختلف حیاتین سے بھرپور ہوتا ہے۔ جتنا زیادہ یہ پھل پکتا جاتا ہے اتنا ہی اس میں وٹامن سی بڑھتا جاتا ہے۔ پپیتا میں بہت سے غذائی اجزا پائے جاتے ہیں۔ پپیتے اور اس کے بیجوں میں ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو پیٹ کے کیڑوں کو ختم کرنے میں نہایت اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ پپیتا میں کیروٹین اور لیکوپین وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں، جو جلد کی صحت کو بہتر بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ پپیتے سے نکلنے والا رس سورج سے متاثرہ جلد کو ٹھنڈا رکھنے میں اہم کردار ادا کرتا ہے، اور جلد کو نئے خلیات بنانے میں بھی مدد فراہم کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ کچے پپیتا کا گودا جلد کی بہترین صفائی کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ پپیتا فیس واش کے طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔

پپیتے کا استعمال دل کے دورے کے خطرات کو کم کرنے میں معاون ثابت ہوتا ہے۔ کچے پپیتے میں پاپائین نامی جز وافر مقدار میں پایا جاتا ہے جو بدہضمی اور انتڑیوں کی خراش میں بہت مفید ہے۔ پکے ہوئے پپیتے کو باقاعدگی کے ساتھ استعمال کرنے سے بواسیر، دائمی اسہال کو ختم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ پپیتے کو قبض کا بہترین علاج بھی سمجھا جاتا ہے۔ پپیتے کے بیجوں کا جوس بھی ہاضمے کو بہتر بناتا ہے اور بواسیر کی علامات میں کمی لاتا ہے۔

جگر کو صحت مند بنانے کے لیے پپیتے کے بیجوں کو کچل کر ایک چائے کا چمچ جوس حاصل کر لیں اور دس قطرے تازہ لیموں کے رس میں شامل کرلیں۔ ہر روز ایک ماہ تک اس نسخے پر عمل کرنے کی وجہ سے جگر سکڑنے کے مرض کی علامات میں کمی آتی ہے۔

کچے پپیتے کا جوس شہد میں ملا کر گلے کے غدود جو سوزش کا شکار ہوگئے ہوں، میں فائدہ ہوتا ہے۔ پپیتا گلے کے انفیکشن کو بھی بڑھنے سے روک دیتا ہے۔ پپیتے میں موجود پاپائین نامی انزائم پروٹین کے ہاضمے کی درستی کے ساتھ ساتھ پپیتے کو پیٹ کے دیگر مسائل کے لیے بھی مفید بناتا ہے۔

اس پھل کو باقاعدگی کے ساتھ استعمال کرنے سے سرطان یعنی کینسر سے بچاؤ میں مدد ملتی ہے۔ پپیتے میں پائے جانے والے کیروٹینائڈز آنکھوں کی صحت کو برقرار رکھنے کے لیے بہت اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ پپیتا میں بیٹا کیروٹین جیسے کیمیائی اجزا پائے جاتے ہیں جو دمہ کی بیماری کی خطرات کو بہت کم کردیتے ہیں۔ اس پھل میں فائبر یعنی ریشہ اور پانی وافر مقدار میں پائے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے یہ وزن کم کرنے اور ذیابیطس ٹائپ ٹو (شوگر) میں نہایت مددگار ثابت ہوتا ہے۔‘‘

پپیتا جی جیسے وقار سے چلتے ہوئے آئے تھے، اسی طرح پروقار انداز سے بولتے چلے گئے اور پھر سلام کر کے اسی وقار کے ساتھ اسٹیج سے نیچے اتر آئے۔

سب شرکاء تحسین بھری نگاہوں سے انھیں دیکھ رہے تھے۔

☆☆☆

مرے نبی کا!

حفیظ تائب

معصومیت کا ہالہ بچپن مرے نبی کا
پھولوں کی طرح اُجلا بچپن مرے نبی کا
سب اچھی عادتوں سے پُر نور اور مزین
سچائی کا حوالہ بچپن مرے نبی کا
آغوشِ آمنہ ۱؎ سے دن کی طرح اُبھر کر
جگ کو سجانے والا بچپن مرے نبی کا
گھر حارث ۲؎ و حلیمہ ۳؎ کا برکتوں سے بھرتا
رعنائیوں کا جھرنا بچپن مرے نبی کا
شیما ۴؎ کی اور انیسہ ۵؎ کی چاہتوں کا مرکز
بادل محبتوں کا بچپن مرے نبی کا
بنتِ اسد ۶؎ کی دھڑکن، وہ جانِ اُمِّ ایمن ۷؎
توقیرِ جد بڑھاتا بچپن مرے نبی کا

☆

۱؎ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ ماجدہ کا اسمِ گرامی۔
۲؎ حضرت حلیمہ سعدیہؓ کے شوہر کا نام۔
۳؎ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی رضاعی ماں اور دایہ۔
۴؎ اور ۵؎ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بیٹیاں۔
۶؎ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی چچی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ماجدہ جن کا پورا نام حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھا۔
۷؎ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والدہ محترمہ کی خادمہ۔

خط کتابت کا پتا: دفتر روزنامہ اسلام، ناظم آباد، کراچی bkislam4u@gmail.com, 021 366 099 83

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر بچوں کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جاسکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

سالانہ زرتعاون: اندرون ملک 1500 روپے بیرون ملک ایک میگزین 22000 روپے دو میگزین 25000 روپے
انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk

وہ بچہ گیا کہاں؟

احمد حاطب صدیقی

"آج تو باباجی کو......ضرور......ضرور ہرا کر چھوڑوں گا۔"

احمد نے گھر سے نکلتے ہوئے ہی دل میں ٹھان لی تھی۔

اب آپ سوچ میں پڑ گئے ہوں گے کہ احمد بھلا کون سے باباجی کو کس کھیل میں ہرانے کا سوچ رہا تھا؟ ارے بھئی کسی کھیل ویل کی بات نہیں ہو رہی۔ احمد انھیں کسی کھیل میں ہرانے کا سوچ ہی نہیں رہا تھا۔ یہ تو بات ہی کچھ اور تھی، مگر بات تھی بڑے مزے کی۔

یہ بات اس وقت کی ہے جب احمد پانچویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ وہ صبح صبح اسکول جانے کے لیے گھر سے نکلتا۔ اپنی گلی پار کر کے سڑک پر آتا، پھر سڑک کے کنارے کنارے فٹ پاتھ پر چلنے لگتا۔ تھوڑی دور آگے جا کر فٹ پاتھ سے اُترتا اور مسجد کے ساتھ والے رستے پر چل پڑتا۔ مسجد بھی تو سڑک کے کنارے ہی بنی ہوئی تھی۔ اسے مسجد کے ساتھ ساتھ بنا ہوا یہ خوب صورت رستہ بہت اچھا لگتا تھا۔ دونوں طرف پھولوں کی کیاریاں تھیں۔ کیاریوں کے بعد گھاس کا میدان تھا۔

میدان کیا تھا؟ باغ تھا! اس باغ میں اونچے اونچے پیڑ لگے ہوئے تھے۔ اس چھوٹے سے باغ کے بعد محلے کا چھوٹا سا بازار پڑتا تھا۔ بازار کے سامنے ہی اسکول والی سڑک تھی۔ وہ، بتانے والی بات یہ تھی کہ احمد جب مسجد کے قریب پہنچتا تو ٹھیک اسی وقت مسجد سے ایک باباجی نکل آتے۔ سفید کرتا، سفید شلوار، سفید ٹوپی اور سفید ڈاڑھی۔ احمد کو باباجی بہت اچھے لگتے تھے۔ اسے یہ باباجی اس وجہ سے بھی اچھے لگتے تھے کہ وہ مسجد سے نکلتے ہی احمد کی طرف مسکرا کر دیکھتے اور بڑے پیار سے کہتے:

"السلام علیکم!"

احمد آگے بڑھ کر اُن سے ہاتھ ملاتا اور شرمندہ ہوتے ہوئے دھیرے سے کہتا:

"وعلیکم السلام۔"

پھر اسی طرح شرمندہ شرمندہ سا میدان والا باغ پار کرتا اور بازار میں داخل ہو جاتا۔

احمد کو شرم اس بات پر آتی تھی کہ باباجی پہلے کیوں سلام کر دیتے ہیں۔ کیا اُن کو پتا نہیں ہے کہ سلام بڑوں کو کیا جاتا ہے۔ بھئی چھوٹے سلام کرتے ہیں بڑوں کو۔ میں کوئی ان سے بڑا ہوں کہ وہ مجھے سلام کر دیتے ہیں؟ احمد چاہتا تھا کہ وہ خود باباجی کو سلام کیا کرے مگر ہر روز یہی ہوتا تھا۔ باباجی پہلے سلام کر جاتے تھے۔

یہ سلسلہ اسی طرح چل رہا تھا۔ کل بھی یہی ہوا تھا مگر کل احمد نے ایک نئی بات سنی۔ ہوا یوں کہ کلاس میں اسلامیات کے سر نے بتایا:

"جو پہلے سلام کرتا ہے، اُس کو زیادہ ثواب ملتا ہے۔ اللہ میاں اُس سے زیادہ خوش ہوتے ہیں۔"

"اچھا بچو......!" احمد نے یہ بات سن کر اپنی آنکھیں مٹکائیں اور دل ہی دل میں سوچا:

"باباجی اس چکر میں مجھے پہلے سلام کر جاتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ روز اُن کو مجھ سے زیادہ ثواب مل جائے۔"

سو احمد ہر روز جس وقت گھر سے نکلتا تھا، آج اُس وقت سے پانچ منٹ پہلے ہی نکل آیا تھا، پھر گھر سے نکلتے ہوئے اُس نے وہی بات سوچی:

"آج تو باباجی کو......ضرور......ضرور ہی ہرا کر چھوڑوں گا۔"

احمد گلی سے نکل کر سڑک پر آیا اور پھر سڑک سے اتر کر مسجد والے رستے پر چل پڑا مگر بازار کی طرف نہیں گیا۔ گھاس کے میدان والے باغ کے دائیں طرف مسجد کا جو بڑا دروازہ ہے، بس اُسی کے پاس ایک طرف چھپ کر کھڑا ہو گیا۔

باباجی اپنے وقت پر مسجد سے نکلے۔ ابھی وہ اپنی چپلیں پہن ہی رہے تھے کہ احمد اچانک اُن کے سامنے آ گیا اور بڑے زور سے کہا:

"السلام علیکم!"

باباجی چپلیں پہنتے پہنتے چونک گئے۔

احمد کو دیکھا تو خوب مسکرائے، پھر اسی طرح مسکراتے ہوئے اُنھوں نے بڑے جوش سے جواب دیا:

"وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!"

احمد اپنی جیت پر بہت خوش ہو گیا تھا۔ آج وہ باباجی سے جیت گیا تھا۔ آج پہلے سلام کرنے کا سارا ثواب اُس کو مل گیا تھا۔ مارے خوشی کے اُس نے یہ بات باباجی سے بھی کہہ دی:

"باباجی! آج تو میں آپ سے جیت گیا۔ پہلے سلام کرنے کا ثواب مجھے مل گیا۔"

احمد کی یہ بات سن کر باباجی کھلکھلا کر ہنس پڑے۔ اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا:

"ہاں بیٹا! آج آپ سلام میں پہل کر کے مجھ سے جیت گئے۔"

یہ کہہ کر باباجی تھوڑی دیر کو چپ ہوئے۔ کچھ سوچتے رہے، پھر بولے: "لیکن ایک بات میں مَیں آپ سے جیت گیا۔"

"لو بھئی......!" احمد نے دل ہی دل میں سوچا: "اب یہ کس بات میں مجھ سے جیت گئے؟ سلام تو میں نے پہلے کیا تھا۔"

"باباجی! آپ کس بات میں مجھ سے جیت گئے؟ آج تو میں نے پہلے سلام کیا ہے۔"

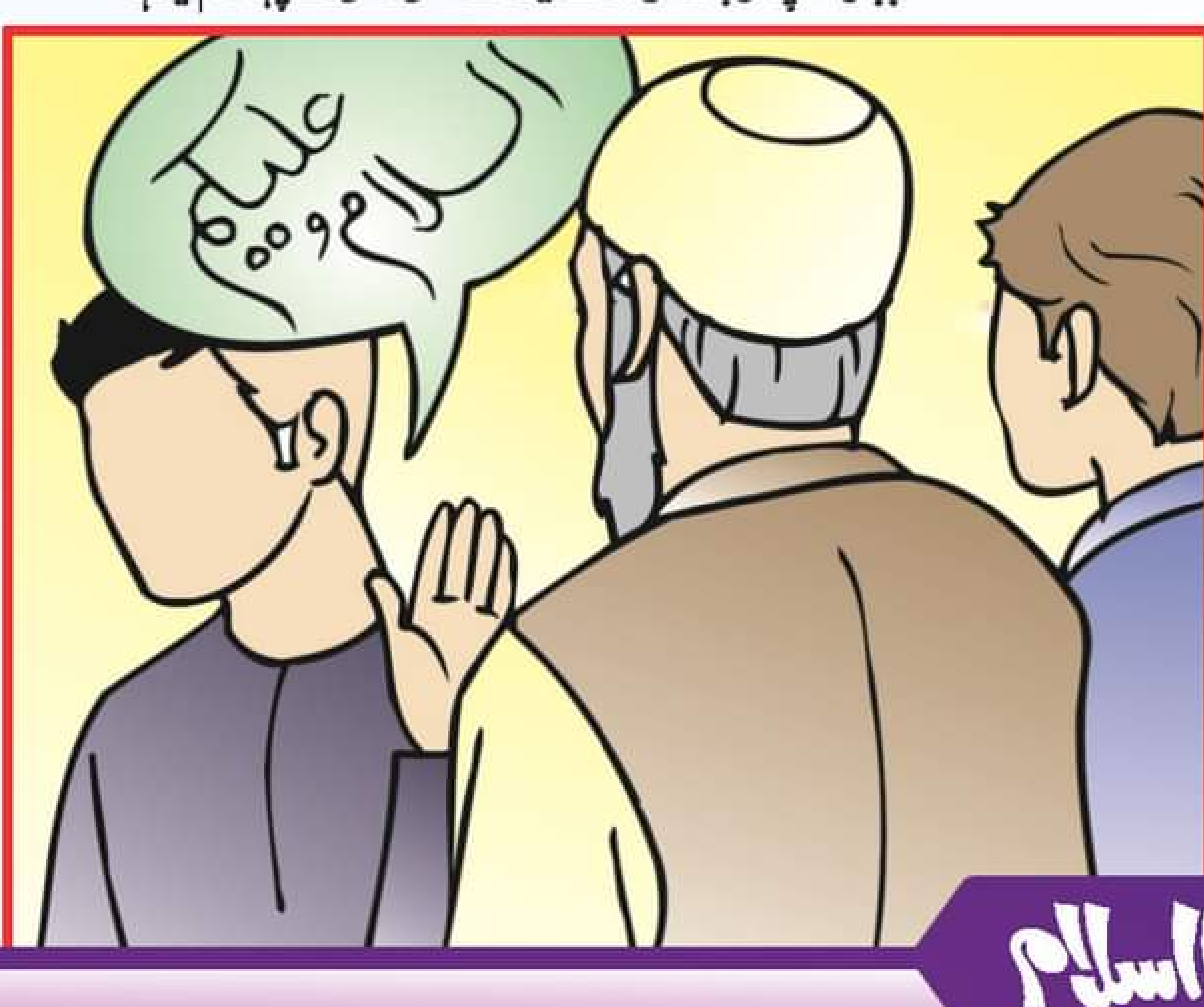

احمد نے حیرت سے پوچھا تو بابا جی نے کہا:

’’ہاں! بے شک، آج آپ کو ’پہلے سلام کرنے‘ کا ثواب مل گیا اور ’سلام‘ کا ثواب بھی مل گیا۔ مجھے پہلے سلام کرنے کا ثواب تو نہیں ملا، مگر سلام کا ثواب مجھے آپ سے زیادہ مل گیا۔‘‘

’’کیسے؟!‘‘

احمد تو حیران ہی رہ گیا تھا۔ اُس نے سوچا کہ بابا جی اپنے نمبر بڑھانے کے لیے ضرور کوئی نیا چکر چلا رہے ہیں لیکن بابا جی نے جواب یوں دیا:

’’ایسے کہ آپ نے کہا: ’السلام علیکم‘...... سو آپ کو ملیں دس جمع دس، کُل بیس نیکیاں، میں نے جواب میں کہا: ’وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ‘...... اس طرح مجھے مل گئیں چالیس نیکیاں...... آپ کی نیکیوں سے دگنی نیکیاں، اِس مقابلے میں تو میں جیت گیا ناں...... ہاہاہا......‘‘

بابا جی ہنسنے لگے تو احمد سوچ میں پڑ گیا۔

جب بابا جی نے اُسے سوچتے ہوئے دیکھا تو کہا:

’’چلو! میں تمھیں ایک ترکیب بتاتا ہوں۔ اِس ترکیب سے تمھاری نیکیاں مجھ سے زیادہ ہو سکتی ہیں۔‘‘

احمد کی آنکھوں میں چمک پیدا ہوئی۔ اُس نے دل ہی دل میں سوچا:

’’یعنی بابا جی کو اب بھی ہرایا جا سکتا ہے۔‘‘

یہ سوچ کر احمد نے بڑے ادب سے بابا جی سے کہا: ’’جی بابا جی! بتایئے ترکیب۔‘‘

بابا جی نے کہا:

’’اصل میں یہ ترکیب ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتائی ہے۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ہر مسلمان کو سلام کیا کرو، چاہے تم اُسے جانتے ہو یا نہیں۔ ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ سلام کو پھیلانے سے محبت بڑھتی ہے۔ بھئی اب میں تو گھر جا رہا ہوں۔ آپ اسکول جا رہے ہیں۔ ابھی آپ بازار سے گزریں گے، بازار میں جتنے لوگوں کو سلام کریں گے، آپ کو ثواب ہی ثواب ملتا جائے گا۔‘‘

احمد یہ ترکیب سن کر خوش ہو گیا۔

بابا جی سے مصافحہ کر کے آگے بڑھا تو بازار پہنچنے سے پہلے ہی گھاس والے میدان میں قاری صاحب کہیں جاتے ہوئے نظر آ گئے۔

قاری صاحب شام کو اسے گھر پر عربی قاعدہ پڑھانے آتے تھے۔ اس نے وہیں سے آواز دے کر کہا:

’’قاری صاحب! السلام علیکم۔‘‘

قاری صاحب نے مڑ کر دیکھا تو انھیں ننھا منا احمد نظر آیا۔

قاری صاحب بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے بھی وہیں سے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا:

’’وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!‘‘

’’لوجی!‘‘...... احمد نے اپنی ہتھیلی سے اپنا ماتھا پیٹا، بالکل دادی اماں کی طرح، پھر دادی

صحابہ اور تابعین کے ایمان افروز اور انوکھے واقعات جاننے کے لیے دو بہترین کتابیں

صحابہ کے واقعات

- 75 کامیاب ہستیوں کا خوبصورت تذکرہ
- واقعات سے حاصل شدہ قیمتی فوائد ونصائح پر مشتمل
- دین سے محبت اور عمل کا شوق ابھارنے میں معاون

تابعین کے واقعات

- 32 خوش نصیب ہستیوں کا ایمان افروز تذکرہ
- قیمتی فوائد ونصائح پر مشتمل
- اسکول و مدارس کے نصابی تقاضوں سے ہم آہنگ

آئیں! مل کر کتاب دوستی کو فروغ دیں اور اس پیغام کو عام کریں۔

مستند مجموعۂ وظائف

اب موبائل ایپلی کیشن میں بھی دستیاب ہے۔

GET IT ON Google Play

بیت العلم

کراچی فون: 021-32726509 ، موبائل: 0309-2228089

لاہور فون: 042-37112356

Visit us: www.mbi.com.pk maktababaitulilm

اماں ہی کے انداز میں بولا:
''لو!...... یہ بھی مجھ سے جیت گئے۔ مجھ سے دگنا ثواب کما گئے، اب میں ثواب کیا کماؤں گا؟ خاک؟''
اتنے میں دینو دودھ والا بازار سے نکلتا ہوا دکھائی دیا۔ اپنی موٹر سائیکل پر دونوں طرف دودھ کے بڑے بڑے ڈبے لادے ہوئے اور اپنے ہونٹوں کے دونوں طرف مونچھوں کے موٹے موٹے گچھے پھیلائے ہوئے۔
دینو چاچا احمد ہی کے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ احمد نے سوچا:
''میں دینو چاچا کو تو بالکل نہیں جیتنے دوں گا۔''
جیسے ہی دینو چاچا کی موٹر سائیکل اچھلتی کودتی اُس کے پاس پہنچی، احمد نے زور سے کہا:
''دینو چاچا! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!''
دینو چاچا نے اپنے سارے دانت باہر نکال دیے:
''وعلیکم السلام!...... جیتے رہو بیٹا، جیتے رہو!''
احمد خوش ہو گیا کہ چلو کسی سے تو جیتے۔
دینو چاچا سے جیت کر احمد بازار میں داخل ہوا تو دیکھا کہ 'کریم ہوٹل' کے آگے ایک بڑے میاں گرما گرم پوریاں تل رہے ہیں اور ان کے ساتھ کھڑا لڑکا گھی میں تر تراتا ہوا حلوہ دیگچی سے نکال نکال کر گاہکوں کو دے رہا ہے۔
احمد نے باری باری دونوں سے کہا:
''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!''
دونوں نے نظریں اٹھا کر احمد کو دیکھا۔
حلوہ پوری لینے کے لیے جو دو چار گاہک کھڑے تھے، انھوں نے بھی مڑ کر دیکھا۔ سب اتنے چھوٹے بچے کو اتنا بڑا اسلام کرتے ہوئے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔
کئی آوازیں آئیں: ''وعلیکم السلام!...... وعلیکم السلام!...... وعلیکم السلام!''
احمد بھی خوش ہو گیا۔ وہ سب سے جیتتا جا رہا تھا۔
اسی طرح اُس نے نور کریانہ اسٹور والے نُور ماما کو سلام کیا۔ ماما نے مارے خوشی کے خوب لہک کر جواب دیا: ''وعلیکم السلا آ آ آم''۔
پھر احمد نے آگے جا کر ''کتاب گھر'' والے حامد انکل کو سلام کیا۔
پھر اختر فارمیسی والے اختر صاحب کو سلام کیا اور پھر چوڑیاں اور کھلونے بیچنے والی خالہ کو سلام کیا، جو اِس وقت شاید کوئی سودا لینے کے لیے بازار آئی ہوئی تھیں، کیوں کہ ان کی دُکان تو ابھی بند تھی۔
خالہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: ''وعلیکم السلام، جیتے رہو بیٹا!''
بازار سے نکلنے والے رستے کے آخر میں گل مرجان خان اپنے لکڑی کے کیبن میں بیٹھا کسی کی چپلیں ٹانک رہا تھا۔ وہ اپنے کام میں اتنا مگن تھا کہ اُسے اِدھر اُدھر کی کچھ خبر ہی نہیں تھی۔ اُس کو احمد نے اتنے زور سے اچانک سلام کیا کہ بے چارا چونک کر تھوڑا سا کانپ ہی تو گیا۔ احمد کو ہنسی آ گئی۔
وہ بھی احمد کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور بولا: ''وعلیکم السلام بچے!''
احمد اسی طرح سب کو سلام کرتا ہوا اسکول والی سڑک پر آ گیا۔ سڑک پر آ کر اُس نے دیکھا کہ مسجد کے مولانا صاحب بالکل سامنے سے چلے آ رہے ہیں۔ مولانا صاحب جمعے کی تقریر میں بہت اچھی اچھی باتیں بتاتے ہیں۔ ایک جمعے کو اُنھی کی تقریر سے احمد کو پتا چلا تھا کہ اللہ میاں ہر انسان کو ہر وقت دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ اگر کوئی اپنے کمرے کے اندر، بستر کے لحاف میں خوب اچھی طرح گھس کر چھپا ہوا ہو، تب بھی اللہ میاں اُس کو دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ دنیا کا کوئی بھی آدمی اللہ میاں سے چھپ کر کوئی کام نہیں کر سکتا۔ اللہ میاں سے......کوئی بھی......کوئی بھی...... بات چھپی ہوئی نہیں ہوتی۔
مولانا صاحب قریب آئے تو احمد نے زور سے کہا: ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!''
مولانا وہیں رک گئے۔ انھوں نے احمد سے ہاتھ ملایا، اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور جواب دیا: ''وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!''
پھر مولانا صاحب نے بھی جھک کر احمد کو پیار کیا اور کہا:
''شاباش! سلام اسی طرح کرتے ہیں۔''
مولانا صاحب کی شاباش سے احمد کو بڑی خوشی ہوئی۔ آج پہلی بار اُس نے مولانا صاحب کو اتنے قریب سے دیکھا تھا۔ آج پہلی بار اُن سے ہاتھ ملایا تھا اور آج ہی پہلی بار اُن سے شاباش بھی لے لی۔
''واہ بھئی احمد صاحب واہ......شاباش بھئی احمد صاحب شاباش!''
دل ہی دل میں اپنے آپ کو شاباش دیتے ہوئے احمد اسکول میں داخل ہو گیا۔
(جاری ہے)

☆☆☆

سنت کا اہتمام

ختم نبوت کورس میں دوران سبق حضرت مولانا شفیق احمد خان بستوی نے یہ واقعہ ہمیں سنایا:
''آج کا زمانہ جس میں ایمان پر سختی سے کار بند رہنا انگارے ہاتھ میں لینے کی طرح ہو گیا اور حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:
مَنْ تَمَسَّكَ بِسُنَّتِي عِنْدَ فَسَادِ أُمَّتِي فَلَهُ أَجْرُ مِائَةِ شَهِيدٍ
پوری طرح صادق نظر آتی ہے کہ آج واقعی سنت پر عمل کرنے والے کو حقیر اور قدامت پسند خیال کیا جاتا ہے۔ ایسے دور میں بھی عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سنت نبوی سے محبت کی ایسی مثالیں سامنے آتی ہیں کہ عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔
ایک دفعہ مصر کے چند متبعین سنت علمائے کرام جو سنتوں پر سختی سے کار بند تھے جب اپنے کپڑے سلوانے درزی کے ہاں گئے تو کپڑوں کو مطابق سنت بنانے کی ہدایات دیتے ہوئے انھیں بٹن پٹی کے بارے میں خیال گزرا کہ آج کل ہم بٹن پٹی اس طرح سلواتے ہیں کہ بٹن پٹی نیچے اور کاج پٹی اوپر ہوتی ہے، لیکن کیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرتہ بھی ایسا تھا یا نہیں؟
اس سوال کے جواب کے لیے انھوں نے بھرپور کوششیں کیں، حتیٰ کہ مصر سے ترکی کا سفر کیا۔ وہاں ''توپ کاپے میوزیم'' میں جا کر انتظامیہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرتا مبارک کی زیارت کی اجازت مانگی۔ جب انھوں نے وجہ سنی تو خوشی سے اجازت دے دی۔ جب انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرتہ مبارکہ کو ملاحظہ کیا تو آپ کی بٹن پٹی دائیں طرف سے تھی جبکہ کاج پٹی بائیں طرف سے اور بٹن پٹی کے نیچے تھی، یعنی جس طرح نماز میں قیام میں دائیں ہاتھ اوپر اور بایاں ہاتھ اس کے نیچے ہوتا ہے اسی طرح بٹن پٹی دائیں طرف سے اوپر اور بائیں طرف سے کاج پٹی اس کے نیچے تھی۔
سوان علماء نے اپنے تمام کرتے اس سنت کے مطابق کروا لیے، پھر حضرت بستوی صاحب نے ہمیں اپنا کرتہ دکھایا جو اس سنت کے مطابق تھا اور فرمایا کہ میں اب جتنے بھی سوٹ سلواتا ہوں اس کے مطابق ہی سلواتا ہوں۔

مستقیم جنید۔ گارڈن، کراچی

پر کا کوا بن گیا!

کسی گاؤں میں قمرو نام کا ایک کسان رہتا تھا۔ ایک دن جب وہ کھیت سے گھر واپس آ رہا تھا تو اسے بڑے زور کی کھانسی اُٹھی۔ کھانستے کھانستے اس نے زور لگا کر تھوکا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس میں بگلے کا ایک چھوٹا سا پر لپٹا ہوا ہے۔

بہت غور کیا، کچھ سمجھ میں نہ آیا، آخر سمجھ میں آیا تو یہی کہ پر حلق میں سے نکلا ہے۔

اب قمرو کو بڑی فکر ہوئی۔ اپنی بیوی سے ذکر کیا کہ آج یہ عجیب بات ہوئی، مگر خبردار! کسی سے بھول کے بھی اُس کا ذکر نہ کرنا ورنہ سخت مشکل کا سامنا ہوگا۔

خواتین عموماً ہلکے پیٹ کی ہوتی ہیں۔ خاص طور پر جس بات سے منع کیا جائے کہ اسے کسی کو بتانا نہیں، پھر تو اسے راز رکھنا ان کے لیے سخت مشکل ہو جاتا ہے۔ سو بیوی کے پیٹ میں تو کھلبلی مچ گئی۔ ذرا دیر نہ گزری تھی کہ پڑوس کی ایک عورت ملنے آئی۔ سب سے پہلی بات جو قمرو کی بیوی نے کی، وہ یہ تھی:

"بوا! کیا کہوں؟ آج تو سخت پریشان ہوں۔ میرا دل ٹھکانے نہیں، لیکن کیا کروں میرے میاں نے بہت تاکید کر دی ہے کہ کسی سے کہنا نہیں۔"

ہمسائی بولی:

"میری ایسی عادت نہیں کہ دوسروں کے معاملات کی کرید کروں۔ جب تمھارے میاں نے منع کر دیا ہے تو بہتر یہی ہے کہ اِس بات کو تم اپنے ہی تک رکھو، کسی سے کہو کیوں؟"

قمرو کی بیوی بولی:

"ہاں بات تو یہی ہے، مگر اِس میں میرے میاں کی جان کا خطرہ ہے۔ مجھے مشورے کی ضرورت ہے، تمھاری میری دانت کاٹی روٹی ہے، تم میری رازدار ہو۔ تم سے کس بات کا پردہ ہے۔ اگر تم قسم کھاؤ کہ کسی سے نہ کہو گی تو تم سے کہہ دینے میں کچھ مضائقہ نہیں۔"

ہمسائی نے کہا:

"میں نے تمھاری بات کبھی کسی سے کہی ہے؟ میں ایسے ہلکے پیٹ کی نہیں نہ چغل خور ہوں۔ مجھ میں یہ بری عادت نہیں کہ اِدھر کی اُدھر لگاؤں۔ جہاں کی بات ہو، وہیں رکھتی ہوں۔"

اشرف صبوحی

قمرو کی بیوی بولی:

"مجھے تمھاری عادت معلوم ہے۔ تم پر بھروسا ہے، تبھی تو تم سے کہتی ہوں۔ کان ذرا پاس لاو، بات یہ ہے کہ آج میرے میاں باہر سے آ رہے تھے کہ انھیں ایک دم ایسے زور کی کھانسی اٹھی کہ پیٹ میں سانس نہ سمایا، آخر ابکائی آئی اور نکلا کیا؟ بہت سارے بگلے کے پر۔"

ہمسائی کہنے لگی:

"اے بوا، سچ کہو! بگلے کے پر! الٰہی میری توبہ! خیر بات تم نے مجھ سے کہی تو کہی، مگر خبردار! کسی اور سے نہ کہنا، ورنہ ابھی ساری بستی میں گھر گھر اس کا چرچا ہو جائے گا اور بات کا بتنگڑ بن جائے گا۔"

اب ہمسائی کے پیٹ میں کھلبلی مچی۔ چوہے دوڑنے لگے، کام کا بہانہ کر کے اٹھ کھڑی ہوئی: "لو بوا! میں جاتی ہوں۔"

وہ قمرو کے گھر سے نکلی مگر اپنے گھر تک جانا وبال ہو گیا، کب گھر پہنچوں اور کب پیٹ ہلکا کروں۔ گھر پہنچنے تک بھی صبر نہ ہو سکا۔ راستے میں جان پہچان کی ایک عورت مل گئی۔ اسے پکار کے اپنے پاس بلایا:

"ذرا کی ذرا میری ایک بات سنتی جانا۔ میں تم سے ایک عجیب بات کہتی ہوں، مگر تمھیں قسم ہے میری جان کی، کسی سے کہنا نہیں۔ یہ جو قمرو صاحب سامنے رہتے ہیں نا انھیں آج ابکائی آئی اور پتا ہے ابکائی میں کیا نکلا؟ بگلا! کہو تم کیا کہتی ہو؟"

عورت بولی:

"اوئی! غضب خدا کا! ابکائی میں آج تک بگلا بھی نکلا ہے؟ مجھے تو یقین نہیں آتا۔ پیٹ میں بگلا رہا کیسے ہوگا؟ خیر مجھے کیا اور میں کسی سے کیوں کہنے چلی؟"

اور پھر کچھ ہی دیر میں ایک اور عورت نے اڑتی اڑتی خبر یہ سنی کہ آج قمرو صاحب نے جو ابکائی لی تو ان کے منہ سے زندہ بگلے نکلے۔

بس بھئی پھر کیا تھا ہونٹوں سے نکلی کوٹھوں چڑھی، گھنٹے دو گھنٹے نہ گزرے تھے کہ سارے گاؤں میں جس کے منہ سے سنو، یہی کہ آج قمرو صاحب کے پیٹ میں سے بگلوں کا جھنڈ کا جھنڈ نکلا۔

یہ عجیب واقعہ سن کر قمرو صاحب کے پاس گاؤں کے بہت سے لوگ آئے کہ ہم بھی دیکھیں کہ قمرو صاحب کے پیٹ سے زندہ بگلے کیسے نکلے؟ غرض پر کا کوا بن گیا اور یہ خبر آس پاس کے گاؤں میں نمک مرچ لگ کے پہنچی۔ کئی دن تک سیکڑوں لوگ تماشا دیکھنے کو آتے رہے۔ قمرو صاحب کا ناک میں دم آ گیا۔ بے چارے گاؤں ہی چھوڑ کر چلے گئے۔ چند دنوں میں جب یہ خبر دب دبا گئی تو کہیں جا کر مشکل سے اپنے گھر واپس آئے۔

☆☆☆

سر پر رکھ دے!

ایک سادہ دیہاتی آدمی ایک بار حکیم الامت حضرت تھانوی کے لیے کچھ کپڑے ہدیہ دینے کے لیے لایا۔ کپڑے گٹھری کی صورت میں تھے۔

مولانا تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ اس وقت ڈاک دیکھ رہے تھے۔

سادہ آدمی تھا، اس نے آتے ہی بن پوچھے گٹھری ڈاک کے خطوط پر رکھ دی۔

حضرت اس حرکت پر جھنجلا گئے اور غصے میں اس سے کہا:

"میرے سر پر رکھ دے۔"

اُس نے واقعی خطوط پر سے گٹھری اٹھائی اور حضرت کے سر پر رکھ دی اور گٹھری کو پکڑے بھی رہا کہ گر نہ جائے۔

اس سادگی پر حضرت کا غصہ دفعتاً فرو ہو گیا اور بے ساختہ مسکرا دیے۔

اس وقت ایک مفتی صاحب، حضرت کے پاس بیٹھے تھے، وہ اس دیہاتی پر ناراض ہونے لگے لیکن حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مفتی صاحب سے کہا:

"اُس بے چارے پر کیوں بگڑتے ہیں؟ اس میں اس کا کیا قصور، میں نے ہی تو کہا تھا کہ میرے سر پر رکھ دے۔"

(نعمان سعید۔ کراچی)

☆☆☆

انتخاب: گلِ رعنا صدیقی

سزا

ولی ایک چھوٹا سا لڑکا تھا۔ وہ بہت خوش شکل تھا۔ اُس کی امی کے خیال میں وہ خاندان کا سب سے خوب صورت بچہ تھا، لیکن وہ یہ نہیں جانتی تھیں کہ ولی اُن کی غیر موجودگی میں کس قدر بدصورت ہو جاتا ہے۔

وہ ننھے بچوں کو ڈرانے کے لیے طرح طرح کی شکلیں بناتا، اپنے اساتذہ کی بھی نقلیں اُتارتا۔ ناک چڑھانا، گال پھلانا، بھینگا بن جانا اور زبان چڑانا اُس کے پسندیدہ مذاق تھے۔

ایک دن اسکول کے راستے میں اُسے ایک بوڑھا فقیر نظر آیا۔

ولی نے حسبِ عادت اُسے زبان چڑائی اور اپنی آنکھیں بھینگی کر لیں۔

بوڑھا فقیر کچھ دیر تو خاموش رہا پھر اُس سے رہا نہیں گیا اور وہ کہنے لگا:

''اپنی حرکتیں درست کر لو! کہیں ایسا نہ ہو کہ تم ہمیشہ کے لیے بھینگے ہو جاؤ یا تمھاری زبان باہر لٹک آئے۔''

ولی کو یہ بات سُن کر بہت غصہ آیا اور وہ پاؤں پٹختا ہوا کوئی جواب دیے بغیر آگے چل پڑا۔

اور پھر ایک دن واقعی عجیب بات ہو گئی۔

ایک دوپہر جب ولی اسکول سے واپس گھر جا رہا تھا تو اُسے راستے میں ایک اخبار بیچنے والا نظر آیا۔

ولی نے اُسے دیکھ کر زبان چڑائی اور آنکھیں بھینگی کر لیں۔

جب وہ ذرا آگے بڑھا تو اُسے محسوس ہوا کہ اُس کی آنکھیں مستقل طور پر بھینگی ہو گئی ہیں اور اُس کی زبان بار بار منہ سے باہر نکلی آ رہی ہے۔

''اوہ! یہ مجھے کیا ہو رہا ہے؟ میری آنکھوں میں درد شروع ہو گیا ہے اور یہ میں اپنی زبان منہ کے اندر کیوں نہیں رکھ پا رہا۔ ارے اُف! سامنے سے ہیڈ ماسٹر صاحب چلے آ رہے ہیں۔ بہتر ہے کہ میں سڑک پار کر کے دوسری طرف چلا جاؤں۔''

ولی نے پریشان ہو کر سوچا، لیکن اتنی دیر میں ہیڈ ماسٹر قریب پہنچ چکے تھے۔

''السلام علیکم ورحمۃ اللہ ولی! گھر جا رہے ہو؟''

ولی نے جواب دینا چاہا تو اُس کی زبان خود بخود باہر نکل آئی۔ آنکھیں پہلے ہی بھینگی ہو رہی تھیں۔ یہ دیکھ کر ہیڈ ماسٹر صاحب حیرت اور غصے سے کانپ اُٹھے۔

اِس سے پہلے کہ وہ ولی کی خبر لیتے، ولی وہاں سے نو دو گیارہ ہو چکا تھا۔

ولی اب سخت پریشان ہو چکا تھا۔ وہ ٹھیک سے راستہ بھی نہیں دیکھ پا رہا تھا۔ دانتوں میں زبان دبائے رکھنے کی کوشش کرتے کرتے اُس کے دانت اور زبان دُکھنا شروع ہو گئے تھے۔ آخر کار وہ اپنے گھر پہنچ گیا۔

''ولی! آج تم بہت دیر سے آئے ہو۔'' اُس کی امی نے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''جلدی سے منہ ہاتھ دھو کر آؤ اور کھانا کھا لو۔''

ولی روہانسا ہو رہا تھا لیکن وہ یہ بات امی جان کے سامنے ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس نے بمشکل منہ ہاتھ دھویا اور کھانے کے کمرے میں آ گیا۔

اُس نے بڑی مشکلوں سے اپنی زبان دانتوں تلے دبائی ہوئی تھی۔

اپنی امی کی طرف دیکھے بغیر وہ نظریں جھکا کر کھانا کھانے میں مصروف ہو گیا۔

اس دوران اُس کی زبان دانتوں کے ساتھ مل کر کھانے میں اتنی مصروف ہو گئی کہ ولی چند لمحے کے لیے اپنی پریشانی بالکل بھول گیا۔

اُس کی امی نے پوچھا: ''ولی! آج اسکول میں تمھارا ٹیسٹ کیسا رہا؟''

ولی نے اُن کی طرف دیکھا اور جواب دینے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ اُس کی زبان منہ سے باہر نکل آئی۔ اُس کی امی پر تو گویا حیرت کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

''ولی! تم مجھے زبان کیوں چڑا رہے ہو؟ اور یہ تم نے اپنی آنکھوں کو بھینگا کیوں کیا ہوا ہے؟ تمھارا دماغ تو ٹھیک ہے؟'' وہ غصے میں چلائیں۔

لیکن ولی زبان چڑاتا رہا کیوں کہ وہ ایسا کرنے پر مجبور تھا۔

آخر بات اُس کی امی کی برداشت سے باہر ہو گئی۔

''ولی! اپنے کمرے میں جاؤ! آج شام تم کھیلنے کے لیے باہر نہیں جاؤ گے۔''

انھوں نے اُس کا بازو پکڑ کر کمرے سے باہر نکال دیا۔

شام میں جب اُس کے والد گھر آئے تو وہ بہت غصے میں تھے۔

''ولی کہاں ہے؟ آج اُس کے ہیڈ ماسٹر صاحب مجھ سے ملے اور اُنھوں نے شکایت کی ہے کہ ولی نے اُن کو منہ چڑایا ہے۔

میں اس قسم کی بدتمیزی بالکل برداشت نہیں کر سکتا، کہاں ہے وہ؟''

''وہ اپنے کمرے میں ہے۔ آج وہ مجھے بھی آنکھیں بھینگی کر کے زبان چڑا رہا تھا۔ میں نے سزا کے طور پر اُسے اپنے کمرے میں رہنے کو کہہ دیا تھا۔ پتا نہیں، آج اُسے کیا ہو گیا

ہے!'' امی نے حیرت اور فکر مندی سے کہا۔

''اُسے جو بھی ہوا ہو، میں اُسے دو منٹ میں ٹھیک کر دوں گا۔''

ولی کے ابو یہ کہتے ہوئے اوپر ولی کے کمرے کی طرف لپکے۔

ولی نے قدموں کی چاپ سنی اور گھبراہٹ میں بستر کے اندر گھس کر چادر تان لی۔

''اوہ! کاش میری زبان ابو کے سامنے باہر نہ نکلے، ورنہ میری تو آج خیر نہیں ہے۔''

ولی نے ڈرتے ہوئے سوچا۔

''ولی!'' اُس کے ابو نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہا۔

''مجھے پتا ہے تم جاگ رہے ہو۔ یہ میں نے تمھارے ہیڈ ماسٹر سے کیا سنا ہے؟ تم نے اُنھیں زبان چڑائی ہے اور پھر اپنی امی کے ساتھ بھی یہی بدتمیزی کی ہے، تمھارا دماغ تو نہیں چل گیا ہے؟ بتاؤ! یہ سچ ہے یا نہیں؟''

ولی نے مجبوراً چادر منہ سے ہٹائی اور نفی میں سر ہلایا۔

''سر کیا ہلا رہے ہو؟ مجھے منہ سے جواب دو، ہاں یا نہیں!'' اُس کے ابو نے غصے کہا۔

''اور یہ تم نے آنکھیں کیوں چڑھائی ہوئی ہیں؟''

''وہ ابو!'' ولی نے وضاحت کرنے کے لیے منہ کھولا لیکن اپنا جملہ مکمل نہ کر سکا کیوں کہ اُسی وقت اُس کی زبان منہ سے باہر نکل آئی اور آنکھیں بھینگی ہو گئیں۔

یہ حرکت دیکھ کر تو اُس کے ابو کا پہلے سے چڑھا پارہ انتہائی ہو گیا کہ وہ غصے سے کانپنے لگے، پھر کچھ نہ پوچھیے کہ اس کے بعد ولی کی کیسی شامت آئی۔

بہر حال قصہ مختصر؛ صرف یہ بتانا کافی ہوگا کہ پٹائی کے بعد ولی کی زبان واپس اندر چلی گئی۔ شاید وہ بھی ولی کے ابو کے غصے سے ڈر گئی تھی، لیکن اُس کی آنکھیں ابھی بھی بھینگی ہیں۔

آنکھوں کے ڈاکٹر نے کہا ہے کہ علاج مکمل ہونے تک ولی کو چشمہ لگانا ہوگا۔

ولی کو چشمہ لگانا بالکل پسند نہیں تھا لیکن اب وہ ایسا کرنے پر مجبور ہے۔

یہ لوگوں کا مذاق اُڑانے اور خدا کی عطا کردہ اچھی بھلی شکل کو بگاڑنے کی سزا تھی جو اُسے ہر صورت کاٹنی تھی...... بے چارہ ولی!

(اینڈ بلیٹن کی کہانی ''The Boy Who Made Faces'' کا ترجمہ)

شاہد علی سحر کی

بچوں اور بڑوں کیلئے دلچسپ کہانیاں

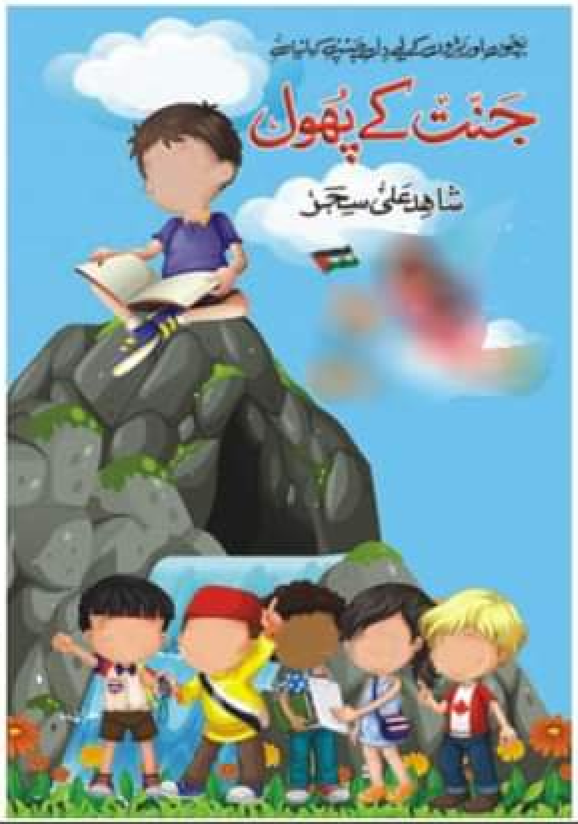

اصل قیمت -/500 روپے

رعایتی قیمت بمع ڈیلیوری -/400 روپے

رابطے کیلئے محبوب الٰہی مخمور

واٹس اپ نمبر 0333-2172372

86

(خصوصی طور پر بچوں کا اسلام کے نوعمر قارئین کے لیے سہل اور عام فہم انداز میں تلخیص کیا گیا!)

میرِ حجاز

اختر حسین عزمی

ذی قعد کا مہینہ شروع ہو چکا تھا۔ جزیرہ عرب کے دور دراز گوشوں سے مختلف قبائل فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے مکہ پہنچ رہے تھے اور ہر قبیلہ اپنے اپنے خیمے نصب کر رہا تھا۔ اہل مکہ پر آپؐ اتمام حجت کر بھی چکے تھے، اس لیے اب آپؐ نے حج کے موسم میں دیگر قبائل کو دعوت دینے کا فیصلہ کیا۔

ہر قبیلہ کی قیام گاہ پر جاتے اور انہیں دین توحید کی دعوت دیتے اور اپنی حمایت و پشتی بانی کے لیے آمادہ کرتے۔

بنو کندہ کے پڑاؤ میں پہنچ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں دعوت توحید دی لیکن انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا۔

پھر بنی کلب کے خاندان بنی عبداللہ کے ہاں گئے اور انھیں دعوت اسلام دیتے ہوئے کہا: ''اے بنی عبداللہ! اللہ تعالیٰ نے تمہارے باپ کا نام بڑا خوبصورت رکھا ہے۔''

مقصد یہ کہ تم اپنے جد امجد کے نام کی لاج رکھتے ہوئے معبودان باطل کی بندگی چھوڑ کر اللہ کے بندے بن جاؤ لیکن انھوں نے بھی دعوت قبول نہ کی۔

ان کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو حنیفہ کی خیمہ گاہ میں پہنچے لیکن انھوں نے بھی دعوت کو بری طرح مسترد کر دیا۔ اسی طرح بنی عامر، بنی خزارہ، بنی مُرّہ، بنو سلیم، بنی نصر بن ہوازن، بنی ثعلبہ، بنی حارث اور بنو قیس کے قبائل میں بھی گئے لیکن وہ آپس میں ایک دوسرے کو یہی بات کہہ کر مطمئن ہو جاتے تھے:

''اس کی قوم اس کے حالات سے زیادہ واقف ہے۔ یہ ہماری کیا اصلاح کرے گا جسے اس کی قوم نے مسترد کر دیا ہے۔''

''خدا کی قسم! اگر یہ قریشی جوان میرے قابو میں آ جائے تو میں پورے عرب کو مٹھی میں لے لوں۔'' قبیلہ بنو عامر کے ایک سردار بحیرہ بن فراس نے پیغمبر اسلام کی باتیں سننے کے بعد اپنے قبیلہ والوں سے کہا۔

اللہ کے رسول کی فصیح و بلیغ گفتگو اور پرتاثیر دعوت سن کر اس شخص نے بھانپ لیا تھا کہ یہ دعوت ضرور کوئی معرکہ برپا کر کے رہے گی اور اس کے غالب آجانے کا امکان بھی ہے، چنانچہ اس نے سوداگرانہ ذہنیت کے ساتھ سودا گانٹھنے کی خاطر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا: ''اچھا اگر ہم لوگ اس دعوت کو قبول کرلیں، پھر آپ مخالفین پر غلبہ پالیں تو کیا یہ وعدہ کرتے ہو کہ آپ کے بعد زمام کار ہمارے ہاتھ میں ہوگی؟''

''یہ تو خدا کا اختیار ہے، وہ جسے چاہے اسے میرے بعد مقرر کردے گا۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے اس کے سیاسی مطالبے کی تردید کردی۔

''واہ خوب! آپ کی حفاظت میں تو ہمارا سینہ پورے عرب کے نشانے پر رہے لیکن جب آپ کو غلبہ مل جائے تو زمام کار کسی اور کے ہاتھ میں ہو۔ جاؤ ہمیں ایسے دین کی ضرورت نہیں۔'' بحیرہ نے کہا۔

بحیرہ کی اس بات پر سارے قبیلے نے دعوت قبول کرنے سے انکار کردیا۔

''تم کس قبیلے کے لوگ ہو؟'' ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قبیلے کے پڑاؤ میں پہنچ کر سلام کے بعد ان سے سوال کیا۔

ابوبکر کے ہمراہ اللہ کے رسول اور علی بن ابوطالب بھی تھے۔

''ہم بنی شیبان بن ثعلبہ سے تعلق رکھتے ہیں۔'' قبیلے کے لوگوں نے جواب دیا۔

ان کے چہروں سے سکون اور وقار کے آثار نمایاں تھے اور ان کی مجلس میں ایسے مشائخ بیٹھے تھے جن کے چہرے ان کی قدر و منزلت کی غمازی کر رہے تھے۔

''میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! یہ لوگ اپنی قوم کے معزز ترین اور روشن جبیں لوگ ہیں۔'' ابوبکرؓ نے اللہ کے رسول کو اس قوم کا تعارف کرواتے ہوئے کہا۔ حضرت ابوبکر قبائل کے حسب نسب کے ماہر تھے۔ اس مجلس میں مفروق بن عمرو، ہانی بن قبیصہ، مثنیٰ بن حارثہ اور نعمان بن شریک جیسے سردار موجود تھے۔ مفروق بن عمرو کی نشست حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب ترین تھی اور یہ شخص فصاحت و بلاغت میں نمایاں تھا۔ اس کی زلفوں کی دو لٹیں اس کے سینے پر لٹک رہی تھیں۔

صدیق ابوبکر نے اسے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: ''کتنی تعداد ہے تمھارے قبیلے کی؟''

''ایک ہزار سے زیادہ ہے اور ایک ہزار کا لشکر قلت تعداد کے باوجود کبھی شکست نہیں کھاتا۔'' مفروق نے جواب دیا۔

''جس کو تم پناہ دیتے ہو، اس کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟'' ابوبکرؓ نے اگلا سوال کیا۔

''حفاظت کی کوشش کرنا ہمارا فرض ہے، اس کے بعد ہر ایک کی اپنی قسمت ہوتی ہے۔''

''جب تم جنگ کرتے ہو تو اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟''

''جب ہم غضب ناک ہوں تو ہم دشمن کے مقابلہ میں شدید قوت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ ہم اصیل گھوڑوں کو اپنی اولاد پر اور اسلحے کو دودھیل اونٹنیوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ اس کے بعد فتح اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ کبھی ہم دشمن کو شکست دیتے ہیں اور کبھی وہ ہمیں۔''

مفروق نے صاف گوئی اور شائستگی سے جواب دیا، ڈینگیں نہیں ماریں۔ اس کے الفاظ اور لہجے کے ٹھہراؤ سے اعتماد جھلکتا تھا۔

''تمھیں یہ خبر تو معلوم ہو چکی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان ایک رسول کو مبعوث فرمایا ہے اور وہ یہ ہیں۔''

حضرت ابوبکرؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے انھیں بتایا۔

''ہاں ہمیں معلوم ہوا ہے۔'' مفروق یہ کہتے ہوئے پیغمبر اسلام کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھنے لگا: ''اے قریشی بھائی! تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟''

مفروق کے اس سوال پر نبی کریمؐ اپنی نشست سے ذرا آگے ہوئے۔

اس دوران ابوبکرؓ نے کھڑے ہو کر اپنی چادر سے اللہ کے رسولؐ پر سایہ کیا۔ انھوں نے سب لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

''میں تمھیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ مجھے پناہ دو اور میری مدد کرو تاکہ جو دین اللہ نے مجھے دیا ہے، میں اس کی تبلیغ کا حق ادا کرسکوں، کیونکہ قریش نے حکم الٰہی کے خلاف بغاوت کی اور اللہ کے رسول کو جھٹلایا اور حق کو چھوڑ کر باطل کو پسند کیا۔ واللہ ھو الغنی الحمید''۔

''آپ اور کس کس بات کی تعلیم دیتے ہیں؟'' مفروق نے مزید جاننا چاہا۔

مفروق کے سوال پر رسول اکرمؐ نے کلام الٰہی:

قل تعالوا...... لعلکم تتقون کی تلاوت شروع کی:

''اے نبیؐ! ان سے کہو کہ آؤ میں پڑھ کر سناؤں کہ تمھارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں، یہ کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم تمھیں بھی رزق دیتے ہیں اور ان کو بھی دیں گے۔ بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ، خواہ وہ کھلی ہوں یا پوشیدہ، اور کسی جان کو جسے اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے، ہلاک نہ کرو، سوائے حق کے۔ یہ باتیں ہیں جن کی ہدایت اس نے تمھیں کی ہے۔ شاید کہ تم سوجھ بوجھ سے کام لو۔ اور یہ کہ مال یتیم کے قریب نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو بہتر ہو، یہاں تک کہ وہ یتیم سمجھداری کی عمر کو پہنچ جائے۔ ناپ تول میں پورا انصاف کرو۔ ہم ہر شخص پر ذمے داری کا اتنا ہی بوجھ ڈالتے ہیں جتنی اس کی طاقت ہوتی ہے اور جب بات کرو تو انصاف کی کہو، خواہ معاملہ اپنے رشتے دار ہی کا کیوں نہ ہو۔ اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ ان باتوں کی ہدایت اللہ نے تمھیں کی ہے، شاید کہ تم نصیحت قبول کرو۔ نیز اس کی ہدایت یہ ہے کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے، لہٰذا تم اسی پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ اس راستے سے ہٹا کر تمھیں پراگندہ کردیں گے۔ یہ ہیں وہ باتیں جن کی وصیت تمھارے رب نے تمھیں کی ہے۔ شاید کہ تم کج روی سے بچ جاؤ۔'' (الانعام ۶:۱۵۱۔۱۵۴)

مفروق جسے اپنی فصاحت و بلاغت پر بڑا ناز تھا، کلام الٰہی سن کر حیران و ششدر رہ گیا۔ وہ کلام و بیان کی عظمت کو بھی جانتا تھا اور کلام کے مضامین و تعلیمات کو بھی، چنانچہ وہ بے ساختہ کہہ اٹھا:

''اے قریشی بھائی! بخدا یہ کلام جو آپ نے تلاوت کیا ہے یہ کسی انسان کا کلام نہیں، اگر یہ کسی انسان کا کلام ہوتا تو ہم بھی اس کو جانتے۔ آپ اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟''

(جاری ہے)

۵

اُونٹ رے اُونٹ!

اشتیاق احمد

انسپکٹر پیری بان نے اشارہ کیا اور رپورٹ لکھی جانے لگی۔ انھوں نے ظہور کی تصویر بھی انھیں دی اور پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ''اب آپ کہاں جائیں گے؟''

''ہم!......بھئی اپنے ہوٹل جائیں گے اور کہاں جائیں گے۔''

''آپ یہاں آئے کس لیے ہیں؟''

''سیر کرنے آئے تھے، انشارجہ دیکھنے آئے تھے، اور دیکھ بھی لیا انشارجہ۔'' انھوں نے طنزیہ انداز میں کہا۔

''آنے کی وجہ کوئی اور تو نہیں تھی، کوئی خاص وجہ؟'' اس نے چبھتے ہوئے انداز میں کہا۔

''اور بھلا کیا وجہ ہو سکتی ہے؟''

''اگر آپ کی آمد کی کوئی خاص وجہ نہیں ہے تو پھر آپ ان خاص حالات میں بھی نہیں گھر سکتے تھے۔''

''یہ کیا بات ہوئی۔''

''آپ کوئی خاص وجہ سے آئے ہیں لہٰذا آپ کو الجھایا گیا تا کہ آپ اُس طرف توجہ ہی نہ دے سکیں، اپنی ہی الجھنوں میں گھر کر رہ جائیں، آپ کے ساتھی کو بھی اسی بنا پر اغوا کیا گیا ہے کہ آپ اس کے چکر میں پڑ جائیں۔''

''ان باتوں کا اندازہ ہمیں پہلے سے ہے، آپ نے ہماری معلومات میں قطعاً کوئی اضافہ نہیں کیا۔''

فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

''تب پھر میں آج رات آپ لوگوں سے خفیہ ملاقات کروں گا، آپ اس بات کا ذکر کسی سے بھی نہ کیجیے گا۔ اس ملک میں اگر آپ کے کوئی کام آ سکتا ہے، تو وہ میں ہوں، کیونکہ......'' اس کا لہجہ حد درجے رازدارانہ ہو گیا۔

''کیونکہ کیا؟'' انسپکٹر جمشید نے دبی آواز میں پوچھا۔

''باقی باتیں رات کو۔'' اس نے کہا اور انھیں جانے کا اشارہ کیا۔ وہ الجھن کے عالم میں وہاں سے لوٹ آئے اور ہوٹل پہنچے۔

اب ہوٹل کی انتظامیہ نے لپک کر ان کا استقبال کیا اور انھیں ان کے کمروں تک پہنچایا۔ غالباً چاقوؤں والا واقعہ پورے ہوٹل کے لوگوں کو معلوم ہو چکا تھا۔

''ابا جان! اب تو بتا دیں، ہم یہاں کیوں آئے ہیں؟'' فرزانہ بے تابانہ انداز میں بولی۔

''تم لوگ ایک بات بھول رہے ہو۔''

''اور وہ کیا؟''

''یہ کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔''

''اوہ ہاں! واقعی، اور انشارجہ کی دیواروں کے کان تو کچھ زیادہ ہی لمبے ہوتے ہیں۔'' فاروق بولا۔

''ہاں بالکل! ہم یہاں کوئی بات نہیں کریں گے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''اور آپ اب تک اپنے چار آدمیوں سے بھی رابطہ نہیں کر سکے۔'' محمود نے منہ بنایا۔

''بھئی کیسے کرتا، لیکن اب وہ خود ہی آ جائیں گے۔''

''کیا مطلب...... کیسے آ جائیں گے؟''

''یہ واقعہ...... چاقوؤں والا صبح کے اخبارات میں ضرور شائع ہو گا، اور وہ اس واقعے کو پڑھ کر ضرور چونکیں گے۔'' وہ بولے۔

''لیکن کیوں ابا جان! کیا اس قسم کی مہارت کوئی اور نہیں دکھا سکتا۔''

''اَن گنت لوگ دکھا سکتے ہیں، لیکن اس کے باوجود وہ چونکیں گے۔''

''آخر کیسے؟...... آپ وضاحت کریں نا۔''

''ہمارے درمیان ایک بات طے ہے، اور وہ یہ کہ ہم جب بھی یہاں آئیں گے، ہوٹل مون لائٹ میں ٹھہریں گے، اور ہوٹل مون لائٹ میں اگر کوئی عجیب ترین واقعہ رونما ہو تو وہ آ کر ضرور جائزہ لیں گے کہ کیا یہاں ہم تو نہیں آئے ہوئے! تاہم تم ان کی فکر نہ کرو، وہ آتے ہیں یا نہیں، اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑے گا، ہاں ہمیں آسانی ضرور ہو جائے گی۔''

''چلیے پھر ٹھیک ہے، کیا اب ہم آرام کریں؟''

''ہاں! یہ تو کرنا ہی ہو گا، کیونکہ رات کو ہم پھر مصروف رہیں گے۔'' اور پھر وہ لیٹ گئے۔

رات کو ٹھیک دس بجے ان کے دروازے پر دستک ہوئی۔ وہ سمجھ گئے کہ انسپکٹر پیری بان آیا ہے۔ محمود نے اٹھ کر دروازہ کھولا، اور حیرت زدہ رہ گئے۔ وہاں دو عجیب وغریب آدمی کھڑے تھے۔ اُن میں سے ایک نے باادب انداز میں کہا۔

''کیا آپ کو گلاب کے تازہ پھولوں کی ضرورت ہے؟''

''جی نہیں......!'' محمود نے کہا اور جھلا کر لگا دروازہ بند کرنے۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

''ٹھہرو بھئی، کچھ پھول لے لیتے ہیں، کیا حرج ہے، غریب ہیں بے چارے۔''

''جی بہتر!'' محمود نے قدرے حیران ہو کر کہا۔

کیونکہ یہ وقت پھولوں کی خرید وفروخت کا کہاں تھا اور نہ آنے والوں کے پاس پھول تھے۔

انسپکٹر جمشید دروازے پر آئے اور بولے:

''میں صرف تازہ پھول خریدنے کا خواہش مند ہوں۔''

''تب پھر صبح سویرے لا دیں گے۔''

اب انسپکٹر جمشید نے انھیں اشارہ کیا اور وہ دونوں اندر آ گئے۔ انھوں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا، اب انھوں نے اشاروں میں کہا۔

''باقی دو ساتھی کہاں ہیں؟''

''ہوٹل سے باہر موجود ہیں۔''

''ٹھیک ہے، تم اُن کے پاس چلو، ہم باہر آتے ہیں، یہاں بات نہیں ہو سکتی۔''

وہ دونوں دبے پاؤں باہر چلے گئے۔

انسپکٹر جمشید نے انھیں اشارے سے بتایا کہ یہ وہی ہیں، جن کا ہمیں انتظار تھا۔''

تھوڑی دیر بعد وہ ٹہلنے کے انداز میں نیچے آئے اور ہوٹل سے نکل گئے، اور پیدل چلتے رہے، یہاں تک کہ ایک پارک نظر آ گیا۔ پارک میں لوگ سیر کر رہے تھے۔ غالباً راتوں کو جاگنے والے لوگ، جنھیں نیند نہیں آتی، یہاں ٹہلنے آ جاتے تھے۔ ایسے بے شمار لوگ ٹہل رہے تھے۔ وہ بھی ایک طرف جا بیٹھے۔ جلد ہی چار آدمی ان کے پاس آ گئے۔

''تو تازہ پھول آپ کو صبح چاہییں؟'' ان میں سے ایک نے کہا۔

''ہاں! بہت دیر کی تم لوگوں نے۔''

''ہوٹل کا واقعہ پیش نہ آتا تو ہم اب بھی آپ کی طرف متوجہ نہ ہوتے، دراصل آپ کو یہاں آنے سے پہلے ہمیں خبردار کر دینا چاہیے تھا۔''

''ہاں! یہ مجھ سے بھول ہوئی......خیر کیا رپورٹ ہے؟''

(جاری ہے)

کتے بنے رہیے

شاہ نواز فاروقی

اِک دن کسی بلی سے یہ کہنے لگا کتا
میں ایک زمانے میں ہُوا کرتا تھا بکرا

بکروں کی ریاست میں بڑا رُعب تھا میرا
ہوتی تھی مرے حکم سے رات اور سویرا

میں نے کئی بگڑے ہوئے ہاتھی کیے سیدھے
کہتے تھے مری شان میں لنگور قصیدے

آتی تھیں مرے واسطے جنت سے غذائیں
چلتی تھیں مرے واسطے رنگین ہوائیں

دس سینگ تھے، نو کان تھے، چھ پاؤں تھے میرے
رہتے تھے مری ناک میں چھبیس لٹیرے

شیروں سے ملاقات رہا کرتی تھی اکثر
دھو دھو کے مرے پاؤں پیا کرتے تھے بندر

تعمیر ہوا کرتی تھی پھولوں سے سواری
خوش بُو سے سِلا کرتی تھی پوشاک ہماری

بلی نے سُنی بات جو کتے کی تو بولی
حضرت کسی نادان کو دیجیے گا یہ گولی

انسانوں میں گپ بازی کی عادت ہے بہت عام!
لیکن میاں! حیوانوں کو گپ بازی سے کیا کام!

باتوں سے مجھے آپ کی اندازہ ہُوا ہے
جو آپ کا مالک ہے وہ گپ باز بڑا ہے

جو بات حقیقت میں ہو گزری وہی کہیے
بہتر ہے یہی بات کہ کتے بنے رہیے

گھڑی کی تاریخ

فضل معبود

وقت کی پیمائش کا آلہ

قدیم اِنسان جب سورج کو اُبھرتے ڈوبتے اور چاند ستارے نکلتے دیکھتے تو وقت گزرنے کا اندازہ لگاتے تھے، لیکن آج ہم گھڑی دیکھ کر ہر پل کی خبر رکھتے ہیں۔ حقیقت میں وقت بتانے والا یہ آلہ اب ہماری زندگی میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ ذرا سوچیں! اگر گھڑی نہ ہوتو آپ کو کیسے پتا چلے گا کہ کب اسکول جانا ہے؟ کب چھٹی ہوگی اور کب کھیلنے جانا ہے؟

گھڑی کی ایجاد میں مصریوں کا کردار:

پانچ ہزار سال قبل مصریوں نے ایک کھلی جگہ پر ایک لمبا پتھریلا ستون نصب کیا اور دھوپ میں اُس کے بڑھتے گھٹتے سائے کی مدد سے وقت کا حساب رکھنے لگے۔ یہ دُنیا کی پہلی گھڑی تھی جو سایہ گھڑی کہلائی۔ بعد میں مصریوں ہی نے سایہ گھڑی کی جدید قسم دھوپ گھڑی ایجاد کرلی لیکن یہ گھڑیاں رات ہوتے ہی ناکارہ ہوجاتی تھیں۔

مصریوں کی اوّلین گھڑیاں:

ڈھائی ہزار سال پہلے مصریوں ہی نے ریت گھڑی بنائی تھی۔ انھوں نے شیشے کے دو اوندھے پیالوں میں ریت بھری اور ان کے درمیان پتلا سا راستہ رکھا۔ ریت ایک سے دوسرے پیالے میں مستقل رفتار سے گرتی رہتی، یوں یہی رفتار وقت کی اوّلین پیمائش بن گئی۔

چینیوں کی اوّلین گھڑیاں:

پندرہ سو سال پہلے چینیوں نے موم بتی گھڑی بنالی۔ اُنھوں نے موم بتی پر گھنٹے ظاہر کرنے والے نشان بنائے اور یوں اُسے بطور گھڑی استعمال کرنے لگے۔ یہ گھڑی رات کو بہت کام دیتی تھی۔ بعدازاں چین میں لالٹین گھڑی بھی ایجاد ہوئی، جس میں جب تیل جلتا تو اس کی بتدریج کمی وقت گزرنے کو بھی ظاہر کرتی رہتی۔

آبی گھڑی:

اوّلین آبی گھڑی میں ایک بالائی پیالے سے پانی قطرہ قطرہ پتلے راستے سے نچلے پیالے میں گرتا رہتا تھا۔ یوں یہ بھی وقت شمار کرنے کا ایک طریقہ بن گیا۔ آبی گھڑیاں دِن کی نسبت رات کو بھی وقت بتاتی تھیں۔

پہلے عرب گھڑی ساز:

دُنیائے اسلام کے پہلے مشہور گھڑی ساز قطبی بغدادی تھے۔ عباسی خلیفہ ہارون الرشید نے ۸۰۱ء میں قطبی بغدادی کی بنائی ہوئی ایسی گھڑی بطور تحفہ رومی شہنشاہ چارلس اعظم کو بھجوائی، جس میں سے ہر ایک گھنٹے بعد مشینی چڑیا نکلتی اور گا کر وقت بتاتی تھی۔

کیا آپ جانتے ہیں؟

ترک موجد تقی الدین نے ۱۵۷۷ء میں ایسی فلکیاتی گھڑی بنائی جس میں گھنٹہ، منٹ اور سیکنڈ بتانے والی سوئیاں تھیں۔ کئی ماہرین اسے تینوں سوئیوں والی پہلی گھڑی قرار دیتے ہیں۔ اسے استنبول کی رصدگاہ میں نصب کیا گیا تھا۔

پہلی مشینی آبی گھڑی:

اُندلسی انجینئر ابن خلف المرادی پہلے موجد ہیں جنھوں نے ۱۱۰۰ء میں گیئر سے چلنے والی پہلی مشینی آبی گھڑی بنائی۔

ہاتھی گھڑی:

عرب موجد الجزری نے ہاتھی گھڑی بنائی جو کل پرزوں سے چلتی تھی۔ اس ہاتھی کی صورت والی گھڑی میں ایک مہاوت بیٹھا ہوتا تھا جو ہر آدھ گھنٹے بعد ہاتھی پر رکھے ہوئے ڈرم پر ہاتھ مار کر وقت کا اعلان کرتا تھا۔

گھڑی پہنچی جیب میں:

سولھویں صدی میں فرانسیسی موجدوں نے جیبی گھڑی ایجاد کی لیکن وہ اتنی بڑی تھی کہ اسے گلے میں پہننا پڑتا تھا۔ رفتہ رفتہ ایسی جیبی گھڑیاں بننے لگیں جنھیں با آسانی جیب میں رکھا جاسکتا تھا۔

کلائی گھڑی کی ایجاد:

۱۸۶۸ء میں سوئٹزرلینڈ کے دو گھڑی سازوں نے ایسی چھوٹی گھڑی بنائی جسے کلائی پر باندھا جاسکتا تھا جو دُنیا کی پہلی کلائی گھڑی تھی۔

الارم گھڑی کی ایجاد کا دل چسپ قصہ:

ایک برطانوی موجد لیوی ہوجنز کو یہ مسئلہ درپیش تھا کہ وہ رات کو سوتا تو دِن چڑھنے کے بعد ہی اُٹھتا تھا۔ بروقت بیدار ہونے کے لیے اُس نے ۱۷۸۷ء میں الارم گھڑی ایجاد کرلی۔

☆☆☆

کراچی انٹرنیشنل ایکسپو بک فئیر 2023ء

کراچی والے ہو جائیں تیار!!

اساتذہ اور والدین سے گزارش ہے کہ مطالعے کا ذوق وشوق پیدا کرنے کے لیے بچوں کے ہمراہ بک فیر میں ضرور تشریف لائیں

14 دسمبر بروز جمعرات تا 18 دسمبر بروز پیر

روزانہ صبح 10 تا رات 9

ایکسپو سنٹر حسن اسکوائر گلشن اقبال کراچی

اس سال بھی ہمارے اسٹال پر ان شاء اللہ آپ کی دلچسپی کا پورا پورا سامان موجود ہوگا اشتیاق احمد کی اسلامی کتابیں اور 170 جاسوسی ناول، مدیر چاچو محمد فیصل شہزاد کی دونئی ناولٹ کتابیں، آئی جی غلام رسول زاہد کی کتابیں، ابوخظلہ سعدی کی مسلم فاتحین سیریز کی کتابوں کے علاوہ 4 نئی کتب، سرمد ناول کے مصنف کاوش صدیقی کے 3 نئے ناول، اور دیگر مصنفین کی 100 کے قریب بالکل نئی کتابیں۔ جی ہاں! اس بار پرانی کتابوں کے ساتھ بہت سی نئی کتابیں بھی اس بک فیر میں منظر عام پر آرہی ہیں۔ اور یہ نئی کتابیں آپ کو ملیں گی حیرت انگیز ڈسکاؤنٹ پر اور مصنفین کے آٹو گراف کے ساتھ۔ کیوں کہ تمام مصنفین اسٹال پر موجود ہوں گے۔ آپ ان سے ملاقات کرسکیں گے۔ تو پھر آرہے ہیں نا آپ؟

کراچی کے علاوہ ملک کے دیگر شہروں کے قارئین بھی اس بک فیر کے ذریعے خریداری کرسکیں گے۔ جی ہاں گزشتہ سال کی طرح اس سال بھی ہم اپنے ان تمام قارئین کے لیے آن لائن بک فیر کا اہتمام کر رہے ہیں جو کراچی سے دور ہونے کی وجہ سے اس بک فیر میں شرکت نہیں کرسکتے۔

03211784620

بک فیر میں ہمارے اسٹال کا ہال اور اسٹال نمبر معلوم کرنے کے لیے رابطہ کیجیے۔

آمنے سامنے

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

☆ میں نے ہمیشہ بچوں کا اسلام کو اپنا گھر اور اس کے قارئین کو اپنا کنبہ گردانا ہے، سو اسی وجہ سے میں اپنے حالات سے اپنے عزیزوں کو باخبر رکھنا ضروری سمجھتا ہوں، کیونکہ جب مخلص اعزہ کی طرف سے پر خلوص دعاؤں کے گلدستوں کے ساتھ ہمدردی کے دو بول سننے کو مل جاتے ہیں تو اطمینان کی لطیف لہریں مجھے پرسکون کر دیتی ہیں، اور اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ یہ نامساعد حالات ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ٹل جائیں گے، اور واقعتاً ایسا ہوتا بھی ہے۔ آج بھی ایک پریشان کن خبر کے ہمراہ حاضرِ خدمت ہوں۔ قصہ کچھ یوں ہے کہ میں قبل از گرفتاری ۲۰۱۳ء سے گردوں میں پتھری بننے کا مریض ہوں۔ پہلی بار دائیں گردے سے دو ماہ کی شدید تکلیف برداشت کرنے کے بعد پتھری نکلی۔ اس کے بعد ہر سال کبھی دائیں سے اور کبھی بائیں سے پتھریوں کا اخراج ہوتا رہا۔ یہ سلسلہ فروری ۲۰۱۸ء تک جاری رہا۔ اس کے بعد یہ سلسلہ رک گیا۔ میں اپنے تئیں بہت خوش اور مطمئن کہ چلو پتھریوں سے گلو خلاصی ہوئی لیکن میری یہ خوش فہمی اکتوبر ۲۰۲۲ء میں شدید تکلیف سے دور ہو گئی۔ جیل کے میڈیکل آفیسر نے الٹرا ساؤنڈ کیا تو رپورٹ میں آیا کہ بایاں گردہ بڑے حجم کی متعدد پتھریوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے اور یہ پتھر اتنے بڑے ہیں کہ لیزر آپریشن نہیں ہو سکتا۔ ان کو گردہ بدر کرنے کے لیے چیڑ پھاڑ ناگزیر ہے۔ آپ خود اندازہ لگالیں کہ ایک قیدی، جو یگانوں اور بیگانوں کی ہمدردیوں سے محروم قید تنہائی کے ایام اسیری کاٹ رہا ہو، اس کی قلبی و دماغی صورت حال کیا ہوگی؟ لہٰذا جملہ اعزہ و اقارب کی پر خلوص دعاؤں کا بہت زیادہ محتاج ہوں۔ اگر میری بھتیجیاں بنات میاں غضنفر اللہ صاحب دین پوری میرے موجودہ شیخ حضرت میاں مسعود احمد صاحب دین پوری مدظلہ کو میری اس صورت حال سے آگاہ کر کے دعا کروا دیں تو زندگی بھر اُن کے اس احسانِ عظیم کے زیر بار رہتے ہوئے شکر گزار رہوں گا اور بھائی جان! آپ سے اور آپ کے توسط سے بھی قارئین سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

(آصف محمود قاسمی۔ہائی سیکورٹی جیل، ساہیوال)

ج: آصف بھائی! اللہ جل شانہ آپ کو جلد صحتِ کاملہ عاجلہ دائمہ مستمرہ عطا فرمائے، آمین! تمام قارئین سے بھی درخواست ہے کہ آصف محمود قاسمی بھائی کے لیے خصوصی دعا کریں۔ شکریہ!

☆ سرورق پر کسی دفتر کا منظر تھا۔ دستک پڑھی تو اگلے شمارے کا انتظار شروع ہو گیا۔ 'عیسوی یا شمسی' سے بہت کچھ سیکھا۔ 'آپ کتنے پانی میں ہیں؟' اچھا سلسلہ ہے۔ 'رٹے رٹائے فقروں کا نشہ' پڑھ کر غلط بیانی سے ہمیشہ کے لیے توبہ کرلی۔ مدیر چاچو! میں تقریباً دو سال سے 'بچوں کا اسلام' کی خاموش قاریہ ہوں۔ یہ میرا کسی بھی رسالے میں پہلا خط ہے، لہٰذا ردی کی ٹوکری سے دوریاں ہی سہی۔

(بنت وسیم احمد۔سرگودھا)

ج: ردی کی ٹوکری سے بہت دور، بہت دور رکھا آپ کے خط کو۔ اب دوسرا خط بھی لکھ دیجیے!

☆ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم خیریت سے ہیں اور امید ہے کہ آپ بھی خیر و عافیت سے ہوں گے۔ ہمارا یہ خط کسی بھی رسالے میں پہلا خط ہے۔ ہم یہ رسالہ اس وقت سے پڑھ رہے ہیں جب سے ہمیں پڑھنا آیا ہے۔ ہم اس وقت ساتویں جماعت میں ہیں لیکن ہمیں لگتا ہے کہ جب تک یہ خط آپ کے ہاتھوں تک پہنچتا ہے، ہم شاید آٹھویں جماعت میں پہنچ چکے ہوں گے۔ ہمیں قوی امید ہے کہ آپ اِس خط کو شائع کر کے ہماری حوصلہ افزائی فرمائیں گے۔

(مہک حبیبہ، عائشہ نور)

ج: دیکھ لیں، شاید اب تو آپ نویں جماعت میں پہنچ گئی ہوں گی......!

☆ 'تبصرے' تلخ حقیقت بیان کرتی تحریر تھی۔ 'تراویح اور ایک شرارت' دستک پڑھ کر بہت ہنسی آئی۔ 'مختصر پر اثر' میں 'عفو و درگزر' نے بہت متاثر کیا۔ سرورق پر 'پھلوں کا ہار' عنوان پڑھ کر تعجب ہوا کہ پھلوں کا بھی ہار ہوتا ہے کیا؟ تحریر پڑھ کر ہمارا تعجب دور ہو گیا۔

(حیا احمد۔کراچی)

ج: لیجیے، پھلوں کے ہار پر کیا تعجب کرنا، ہمارے معاشرے میں تو نوٹوں کا ہار بلکہ جوتوں کا ہار بھی ہوتا ہے۔ اول الذکر اللہ تعالیٰ سب کو عطا فرمائے، دوسرے سے سب کو بچائے، آمین!

☆ حافظ محمد دانش عارفین حیرت صاحب نے محمد شاہد فاروق کو مسلسل فاروق شاہد لکھ کر ہمیں حیرت میں ڈال دیا۔ محمد شاہد فاروق صاحب کی کتاب 'زندگیوں کے سوداگر' پر لکھے گئے اُن کے دلچسپ تعارفی مضمون نے متاثر کیا۔ ابھی یہ تاثر باقی تھا کہ اگلے ہی ہفتے ان کی بہت اہم موضوع پر لکھی گئی تحریر 'تبصرے' نے تو گویا دل و دماغ کو ہلا ڈالا۔ مسجد، نمازی، امام صاحب تو اس موضوع کا ایک پہلو ہیں، ورنہ یہ موضوع نہایت وسیع ہے اور بلا تفریق پیشہ و عمر و جنس سبھی لوگوں کی پوری زندگی کا احاطہ کرتا ہے۔ سوچ یا انداز فکر کے مثبت یا منفی ہونے کے زندگی پر اتنے اثرات ہوتے ہیں کہ بلاشبہ یہ زندگی کو سنوار یا اجاڑ سکتے ہیں۔ دل ہی دل میں کیا گیا منفی تبصرہ بھی انسان کو اسی بیماری یا بری حالت میں مبتلا کر سکتا ہے ایسے میں الحمدللہ الذی عافانی...... الخ دعا پڑھنی چاہیے۔ الغرض ہر چیز کو مثبت نظر سے دیکھنا بہت ضروری ہے۔ نیت کو درست رکھنا اور منفی سوچوں اور تبصروں سے بچنا بھی از حد ضروری ہے۔ اللہ پاک مجھے اور تمام قارئین کو اس تحریر کی تمام اچھی باتوں پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں، آمین!

(ابوالحسن۔سینٹرل جیل، کراچی)

ج: آمین ثم آمین۔ بہت اچھی بات کہی۔

☆ ماموں جان! میں دار العلوم عیدگاہ کبیر والا میں پڑھتی ہوں۔ بچوں کا اسلام اور خواتین کا اسلام کی بچپن سے قاریہ ہوں۔ یہ دونوں رسالے ہم سب گھر والے بہت شوق سے پڑھتے ہیں اور اِن سے ہمیں بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے۔ میں نے پہلی بار خط لکھنے کی جسارت کی ہے، ان شاء اللہ آئندہ بھی کرتی رہوں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت، عافیت، سلامتی، ایمان والی لمبی عمر عطا فرمائے، آمین۔ اور ہاں میں آپ کو ماموں اِس لیے کہہ رہی ہوں کیونکہ میرے ماموں نہیں ہیں۔ امید ہے آپ میرے ماموں بننے کا فرض بخوبی سرانجام دیں گے۔

(حفصہ بنت صغیر احمد۔کبیر والا)

ج: ہمیں تو سبھی "ماموں" بناتے ہیں، آپ بھی بنالیں تو کوئی مسئلہ نہیں! ویسے بھی ہم نے خود 'ماموں مہربان' نام رکھ لیا ہے، ہاں البتہ "جسارت" ذرا کم ہی کیا کیجیے۔ کیونکہ جسارت کچھ ایسی جرات کو کہتے ہیں جو گستاخی کی حدوں کو چھوتی ہو۔

☆ ہم بچوں کا اسلام کی خاموش قاریہ ہیں۔ بچپن سے پڑھ رہے ہیں۔ ہمیں بچوں کا اسلام سے بہت ہی مفید معلومات ملیں۔ ماشاء اللہ بچوں کا اسلام بہت اچھا جا رہا ہے۔ ہمیں تو پہلے شمارہ سے اب تک کوئی قابل تنقید بات نہیں ملی۔ ماشاء اللہ تمام لکھاری بہت اچھا لکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس کاوش کو اپنے بارگاہ عالی میں قبول و مقبول فرمائیں۔ ہمارا پہلا خط شائع کر کے شکریہ کا موقع دیں۔

(عفیفہ صغیر احمد۔کبیر والا)

ج: جب کہ انبیائے کرام کے علاوہ خامی سے پاک کوئی انسان یا انسانی کام نہیں ہو سکتا۔ اس لیے خوبی یہ نہیں کہ کوئی خامی نہ ہو۔ خوبی یہ ہے کہ مسلسل بہتری ہو۔ خیر دے دیا آپ کو شکریے کا موقع، آپ کیجیے ادا شکریہ!

☆ سرورق دیکھ کر ہمارے دماغ میں پہلا خیال حافظ عبدالرزاق صاحب کا آیا جو بعد میں درست ثابت ہوا۔ دستک میں آپ نے قوم کی 'بھیڑ چال' پر بہترین تبصرہ کیا تو حافظ عبدالرزاق نے تحریر 'دہ ایک بوتل' میں ثابت کیا کہ وہ اس بھیڑ چال کا حصہ نہیں۔ سلسلہ میر حجاز کی تعریف کے لیے اب ہمارے پاس الفاظ ختم ہو گئے ہیں۔ پروفیسر محمد اسلم بیگ کی تحریریں کبھی مایوس نہیں کرتیں۔ غلام حسین میمن کی تحریر ہمیں سب سے زیادہ اچھی لگی۔ جانوروں کے ڈاکٹر ہونے کی وجہ سے ہم نے ایسے واقعات رونما ہوتے دیکھے ہیں۔

(محمد وقاص۔جھنگ صدر)

ج: ارے واہ وقاص بھائی! یہ تو آج بالکل نئی بات پتا چلی۔ کبھی اپنے دیکھے دلچسپ واقعات لکھیں ناں۔

☆ شمارے کی سب سے بہترین تحریر 'ٹیپو سلطان کی تلوار' تھی۔ چھوٹی عمر میں یہ جذبہ حیران کن

تھا۔ 'میر حجاز' ایک بہت قیمتی ناول ہے جسے پڑھ کر ہم اپنے گریبان میں جھانکنے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ 'تبصرے' سبق آموز تھی۔ 'آیئے دین سیکھیے' دینی سوالات پر مبنی بہترین سلسلہ ہے۔ 'پہیلوں کا ہار' تحریر بہت دلچسپ تھی۔ آپ کی دستک پڑھی، بہت لطف آیا۔ 'آپ کتنے پانی میں ہیں؟' یہ بھی بے حد علمی اور جستجو بھرا سلسلہ ہے۔ ہم بھی ذہانت آزماتے رہتے ہیں۔ (ام احمد سعید۔ پنڈی گھیب)

ج: پھر آزمائش کے بعد زیادہ تر کیا نتیجہ آتا ہے؟

☆ رسالے کے ذریعے ہر ہفتے آپ سے آدھی ملاقات تو رہتی ہے، لیکن میں بچوں کا اسلام میں لکھنا چاہتا تھا، لیکن کیا لکھوں۔ غور کیا تو میں اپنے سوہنے شہر کے تحت مضمون لکھ سکتا تھا، سو میں اپنے چچا زاد کی مدد سے معلومات اکٹھی کر کے آپ کو آج اس خط کے ساتھ روانہ کر رہا ہوں، اللہ تعالیٰ سے امید کرتا ہوں کہ یہ مضمون شائع فرما کر شکریہ کا موقع بہم پہنچائیں گے۔ احمد سدیس کو سلام، اللہ آپ کو سعادتِ دارین سے نوازیں، آمین! (حافظ محمد احمد بن عرفان الحق۔ کبیر والا)

ج: میرا سوہنا شہر کے مضامین تو ضرور شائع ہوتے ہیں۔ ہمیں مگر یاد نہیں کہ کبیر والا پر مضمون ملا ہو۔ کیا آپ کے پاس نقل ہے؟

☆ میں اور میرے بچے 'بچوں کا اسلام' بہت شوق سے پڑھتے ہیں اور ہر ہفتے بے چینی سے اس کا انتظار کرتے ہیں۔ میرا بیٹا ہر جمعرات کو گھر آتا ہے اور آتے ہی سلام کے بعد پہلا سوال ہوتا ہے کہ ''امی بچوں کا اسلام آیا ہے؟'' اور پھر سب سے پہلے اسے ہی پڑھتا ہے اور جب تک پورا نہ پڑھ لے کسی سے بات کرتا ہے نہ کھانا کھاتا ہے۔ وہی نہیں میں بھی جب تک پورا شمارا نہ پڑھ لوں چین نہیں آتا۔ یہ میرے لیے بھی ایک دلچسپ رسالہ ہے جو میں تقریباً دس سے پندرہ منٹ میں پورا پڑھ لیتی ہوں، لیکن بعد میں ہر کام سے فارغ ہو کر دوبارہ پڑھتی ہوں۔ خط میں پہلے بھیجتی تھی مگر کچھ برسوں سے اس تسلسل میں فرق آگیا ہے۔ اس بار اپنے بچوں کے اصرار پر کہ امی آپ خط ضرور بھیجیں، ایک بار پھر خط لکھ رہی ہوں۔ اب آتی ہوں تبصرے کی طرف۔ حافظ عبدالرزاق کی کہانیاں مجھے سب سے زیادہ پسند ہیں جس شمارے میں ہوں، سب سے پہلے ان کی تحریر پڑھتی ہوں۔ ان کی تمام کہانیوں میں کوئی نہ کوئی سبق موجود ہوتا ہے اور نذیر انبالوی کی کہانیوں میں بھی اصلاحی سبق ہوتا ہے جو کہ تجربے کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ دستک ''کیا یہ خیر خواہی ہے'' میں محترم مدیر صاحب نے بہت ہی عمدہ بات کی طرف توجہ دلائی۔ یہ بات واقعی توجہ طلب اور ضروری ہے اُن نئے بچوں کے لیے جو چھوٹے سے کام سے اپنی تجارت کاروبار شروع کرتے ہیں۔ دستک کے بعد ہم 'میر حجاز' پڑھا۔ بہت بہترین انداز ہے۔ 'اُن پڑھ طلبہ' پڑھ کر دل میں کچھ درد سا ہوا، واقعی یہ ظلم ہے۔ باقی سارے ہی سلسلے ہی بہترین ہیں۔ کہانی میں ایک جملہ ''سلجھے ہوئے بچوں کو پڑھانا تو کوئی مشکل کام نہیں بگڑے ہوئے بچوں کو تعلیم کے قابل بنانا اصل کمال ہے۔'' بہت ہی معنی خیز اور متاثر کن بات ہے۔ اس خط کے ساتھ میں کچھ بچوں کی بچپن کے واقعات بھی لکھ کر بھیج رہی ہوں۔ اگر آپ حوصلہ افزائی فرمائیں تو مہربانی، جزاکم اللہ خیرا کثیرا!۔ اللہ پاک میرے بچوں کو اور تمام بچوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھے ان کو دین و دنیا کی تمام بھلائیاں نصیب فرمائے۔ (ام جمیل۔ باغ کورنگی، کراچی)

ج: آمین ثم آمین۔ بچوں کا اسلام سے اتنی انسیت کو جان کر خوشی ہوئی، اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے پیاروں کے ساتھ خوش رکھے، اور ہاں! جمعرات کو آنے والے بیٹے کو خصوصی پیار۔

☆☆☆

آسان علمِ دین کورس | بسم اللہ | سبق نمبر ۵

محمد اسامہ سرسری

اہلِ اسلام

آیت کریمہ:

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۔

ترجمہ: ان لوگوں کے راستے کی جن پر تو نے انعام کیا۔

(سورۂ فاتحہ)

حدیثِ مبارک:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ارشاد ہے:

حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ خَمْسٌ: رَدُّ السَّلَامِ، وَعِيَادَةُ الْمَرِيضِ، وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ، وَإِجَابَةُ الدَّعْوَةِ، وَتَشْمِيتُ الْعَاطِسِ۔

ترجمہ: مسلمان کے مسلمان پر پانچ حق ہیں: سلام کا جواب دینا، مریض کا مزاج معلوم کرنا، جنازے کے ساتھ چلنا، دعوت قبول کرنا، اور چھینک پر (اس کے الحمد للہ کے جواب میں) یرحمک اللہ کہنا۔ (صحیح بخاری)

مسنون دعا:

رَضِيْتُ بِاللهِ رَبًّا، وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا، وَبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا.

فضیلت:

جو شخص صبح اور شام ایک مرتبہ یہ دعا پڑھے گا اسے روزِ قیامت اللہ تعالیٰ ضرور خوش کریں گے۔ (ابن ماجہ)

فقہی مسئلہ:

جو کافر مسلمان ہوجائے تو اس پر حقوق اللہ سب معاف ہوجاتے ہیں یعنی اسلام سے قبل کے کفارے، قضا نمازیں اور زکوٰۃ اس پر لازم نہیں ہوں گے۔

(الموسوعۃ الفقہیۃ)

جہالت

ایک مرتبہ کسی جاہل احمق نے بعض لوگوں کو لکھتے پڑھتے وقت عینک لگاتے ہوئے دیکھا تو وہ یہ سمجھا کہ ہو نہ ہو یہ اسی عینک کی برکت ہے جو لوگوں کو لکھنا پڑھنا آجاتا ہے، چنانچہ یہ سوچ کر وہ فوراً بازار گیا اور ایک عینک کی دکان میں پہنچ کر دکان دار سے بولا: ''مجھے ایک عینک خریدنا ہے؟''

دکاندار نے بہت سے عینکیں لا کر اس کے سامنے رکھ دیں اور بولا، پسند کر لیجیے۔

آدمی نے ایک عینک اٹھائی، اسے اپنی ناک پر رکھا اور سامنے رکھی ہوئی کتاب کو اٹھا کر پڑھنے کی کوشش کرنے لگا لیکن وہ نہ پڑھ سکا، لہٰذا اس نے دکاندار سے کہا: ''یہ عینک ٹھیک نہیں۔''

دکاندار نے دوسری عینک پیش کی اور بولا: ''لیجیے اسے لگایئے۔''

آدمی نے جلدی سے اس عینک کو اپنی ناک پر رکھ دیا اور پڑھنے کی کوشش کرنے لگا لیکن اس بار بھی وہ کچھ پڑھ نہ سکا۔ اس نے بڑی کوشش کی کہ کم از کم ایک لفظ ہی پڑھ لے مگر وہ کامیاب نہ ہوا، جھنجھلا کر اس نے دکاندار سے کہا:

''یہ تو پہلی عینک سے بھی بدتر ہے۔''

اب تو دکاندار بھی بگڑ گیا اور بولا:

''حضور! آپ کو لکھنا پڑھنا آتا بھی ہے؟''

احمق کو بھی غصہ آگیا، بولا: ''بڑے بے وقوف ہو، اگر پڑھنا لکھنا آتا تو عینک خریدنے یہاں کیوں آتا؟''

یہ سن کر دکاندار ہنس پڑا اور دکان میں جو لوگ موجود تھے، وہ بھی ہنسنے لگے۔

ایک آدمی بولا: ''ارے بھائی صاحب! یہ دکان ہے کوئی مدرسہ نہیں، اگر عینک لکھنا پڑھنا سکھا رہی ہوتی تو آج دنیا میں ایک بھی جاہل نہ ہوتا۔''

(مرسلہ: احمد شاہجہاں۔ لیہ)